© rasailojaraid.com

ترجمۂ قرآن مجید

مع صرفی و نحوی تشریح

افادات: حافظ احمد یار مرحوم

ترتیب و تدوین: لطف الرحمٰن خان

سورۃ الاعراف

آیات ۱۷۵ تا ۱۷۸

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ
شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ
عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ
لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَاۗءَ مَثَلَۨا الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ
يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾﴾

س ل خ

سَلَخَ یَسْلَخُ (ف) سَلْخًا: کسی چیز کی کھال کھینچنا' کسی چیز میں سے کسی چیز کو کھینچ کر نکالنا۔ ﴿وَاٰیَۃٌ لَّھُمُ الَّیْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْہُ النَّھَارَ﴾ (یٰسٓ:۳۷) ''اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے' ہم کھینچ لیتے ہیں اس سے دن کو۔''

اِنْسَلَخَ یَنْسَلِخُ (انفعال) اِنْسِلَاخًا: (۱) کسی کا کسی چیز سے نکل جانا' سٹک جانا۔ زیر مطالعہ آیت ۱۷۵۔
(۲) کسی چیز کا گزر جانا۔ ﴿فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْھُرُ الْحُرُمُ﴾ (التوبۃ:۵) ''پھر جب گزر جائیں محترم مہینے۔''

ل ھ ث

لَھِثَ یَلْھَثُ (س) لَھْثًا: پیاس یا تھکان کی وجہ سے ہانپ کر زبان نکالنا۔ زیر مطالعہ آیت ۱۷۶

ترجمہ:

وَاتْلُ عَلَیْھِمْ: اور آپؐ پڑھ کر سنائیں ان کو نَبَاَ الَّذِیْ: اس کی خبر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اٰتَیۡنٰہُ : ہم نے دیں جس کو
اٰیٰتِنَا : اپنی نشانیاں

فَانۡسَلَخَ : پھر وہ سٹک گیا
مِنۡھَا : ان سے

فَاَتۡبَعَہُ : پھر پیچھے لگا اس کے
الشَّیۡطٰنُ : شیطان

فَکَانَ : تو وہ ہو گیا
مِنَ الۡغٰوِیۡنَ : گمراہوں میں سے

وَلَوۡ : اور اگر
شِئۡنَا : ہم چاہتے

لَرَفَعۡنٰہُ : تو ہم ضرور بلند کرتے اس کو
بِھَا : ان سے (یعنی آیات کے علم سے)

وَلٰکِنَّہٗ : اور لیکن
اَخۡلَدَ : وہ ہمیشہ کے لیے مائل ہوا

اِلَی الۡاَرۡضِ : زمین کی طرف
وَاتَّبَعَ : اور اس نے پیروی کی

ھَوٰىہُ : اپنی خواہش کی
فَمَثَلُہٗ : تو اس کی مثال

کَمَثَلِ الۡکَلۡبِ : کتے کی مثال کی مانند ہے
اِنۡ : اگر

تَحۡمِلۡ : تو بوجھ ڈالے
عَلَیۡہِ : اس پر

یَلۡھَثۡ : تو وہ ہانپے گا
اَوۡ : یا

تَتۡرُکۡہُ : اگر تو چھوڑ دے اس کو
یَلۡھَثۡ : تو (بھی) وہ ہانپے گا

ذٰلِکَ : یہ
مَثَلُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ : ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے

کَذَّبُوۡا : جھٹلایا
بِاٰیٰتِنَا : ہماری نشانیوں کو

فَاقۡصُصِ : پس آپؐ بیان کریں
الۡقَصَصَ : اس قصے کو

لَعَلَّھُمۡ : شاید وہ لوگ
یَتَفَکَّرُوۡنَ : غور و فکر کریں

سَآءَ : کتنی بری ہے
مَثَلَا : مثال

الۡقَوۡمُ الَّذِیۡنَ : اُس قوم کی جس نے
کَذَّبُوۡا : جھٹلایا

بِاٰیٰتِنَا : ہماری نشانیوں کو
وَاَنۡفُسَھُمۡ : اور اپنے آپ پر (ہی)

کَانُوۡا یَظۡلِمُوۡنَ : وہ لوگ ظلم کرتے تھے
مَنۡ : جس کو

یَّھۡدِ : ہدایت دے
اللّٰہُ : اللہ

فَھُوَ الۡمُھۡتَدِیۡ : تو وہ ہی ہدایت پانے والا ہے
وَمَنۡ : اور جس کو

یُّضۡلِلۡ : وہ گمراہ کرے
فَاُولٰٓئِکَ : تو وہ لوگ

ھُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ : ہی خسارہ پانے والے ہیں

نوٹ: آیت ۱۷۵ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص شخص کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، لیکن نہ تو قرآن مجید میں اور نہ ہی کسی حدیث میں یہ بتایا گیا کہ وہ شخص کون تھا۔ مفسرین نے مختلف نام لیے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ خاص شخص تو پردہ میں ہے' البتہ یہ مثال ہر اُس شخص پر چسپاں ہوتی ہے جس میں یہ صفات پائی جاتی ہوں (تفہیم القرآن)۔اس لیے کسی شخص کو تلاش کرنے کے بجائے ہمیں اس کردار کو پہچاننے اور اس سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے' کیونکہ یہ کردار ہر معاشرے اور ہر دور میں پایا جاتا ہے۔اس پہلو سے جب ہم آیات زیرِ مطالعہ پر غور کرتے ہیں تو مذکورہ کردار کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

اللہ تعالیٰ کا کسی انسان کو آیات دینے کا مطلب ہے نشانیوں کا علم عطا کرنا' جن کی مدد سے انسان اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے اور جس کا منطقی تقاضا یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی جستجو کرے اور اس کی ناراضگی سے بچنے کی سعی کرے۔کوئی شخص اگر اس تقاضے کو پورا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی شخصیت اور کردار کو بلندی عطا کرتا ہے' لیکن جو اس تقاضے کو پورا نہیں کرتا اور اپنی خواہشات کو ہی ترجیح دیتا ہے تو گویا وہ اپنے علم اور معرفت کے دائرے سے نکل گیا۔اسی کو فَانْسَلَخَ کہا گیا ہے' اور اس رویہ کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انسان ہمیشہ کے لیے زمین ہی کی طرف مائل ہو جائے' یعنی دنیا کے ساز و سامان اور عیش و آرام کی ہی جستجو کرتا رہے۔ایسے شخص کو کتے کی مانند کہا گیا ہے' کیونکہ کتے کے نظامِ تنفّس کی یہ خصوصیت ہے کہ جب وہ تازہ ہوا اندر کھینچتا ہے تو اس میں موجود آکسیجن سے اسے تسکین نہیں ہوتی۔اس لیے وہ جلدی سے ہوا باہر نکال کر دوبارہ تازہ ہوا کھینچتا ہے۔اس عمل کے تسلسل سے اس پر ہانپنے کی کیفیت طاری رہتی ہے۔اسی طرح جب کوئی شخص دنیا کا ہی ہو کر رہ جاتا ہے تو اسے دنیاوی ساز و سامان سے تسکین حاصل نہیں ہوتی' بلکہ وہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کی ہوس میں گرفتار ہو کر ہر وقت ہانپنے کی کیفیت کا شکار رہتا ہے۔

دنیا کا ہی ہو رہنے یعنی اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ میں اصل خرابی کا ذہن میں واضح ہونا ضروری ہے' کیونکہ اسلام تارک الدنیا ہونے سے منع کرتا ہے اور اس کے برعکس دنیاوی ساز و سامان کو استعمال کرنے کی تاکید کرتا ہے۔مثلاً الحدید:۲۷' الاعراف:۳۱ تا ۳۳' الملک:۱۵ وغیرہ۔حقیقت یہ ہے کہ گنتی کی چند حرام چیزوں کو چھوڑ کر باقی اشیاء نہ تو بذاتِ خود بری ہیں اور نہ ان کے استعمال میں کوئی برائی ہے۔برائی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ان کو زندگی کے ذریعہ کے طور پر استعمال کرنے کی بجائے ہم ان کو زندگی کا مقصد بنا بیٹھتے ہیں۔اس بات کی اہمیت کے پیش نظر اسے مزید سمجھ لیں۔

کھانا پینا' سونا جاگنا' بچے پیدا کرنا اور پھر مر جانا' یہ وہ سطح ہے جس پر جانور زندگی بسر کرتے ہیں۔انسانوں کے لیے زندگی گزارنے کا یہ انداز انسانیت کی توہین ہے۔عقل و فہم کی صلاحیتوں کی بنیاد پر انسان کو اشرف المخلوقات کا رتبہ ملا ہے' اس کا تقاضا ہے کہ انسان کسی نصب العین کو اپنا مقصدِ زندگی بنائے اور دنیا کے ساز و سامان کو اس کے حصول کا ذریعہ بنائے۔بلند ترین نصب العین یہ ہے کہ انسان اپنے حاجت روا' مشکل کشا اور روزی رساں کو پہچانے اور اس کی رضا و خوشنودی کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے۔اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے زندگی کو برقرار رکھنا اور جسمانی و ذہنی صلاحیتوں کو پروان چڑھانا انسان کی ضرورت ہے۔اس ضرورت کو پورا کرنے کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غرض سے جب وہ دنیا کی اشیاء کو استعمال کرتا ہے تو ان میں غذا کی تاثیر ہوتی ہے‘ یعنی ان کے استعمال سے تسکین بھی حاصل ہوتی ہے اور صلاحیتیں بھی پروان چڑھتی ہیں۔ آیت ۱۷۶ میں اسی حقیقت کی طرف ہماری رہنمائی کی گئی ہے۔ لیکن جب انسان ذرائع زندگی کو ہی اپنا مقصد زندگی بنا بیٹھتا ہے تو پھر انہی اشیاء میں نشہ کی تاثیر پیدا ہو جاتی ہے‘ یعنی ان کے استعمال سے نہ تو تسکین حاصل ہوتی ہے اور نہ صلاحیتیں پروان چڑھتی ہیں‘ بلکہ ان میں انحطاط کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ اس بات کو یوں سمجھیں کہ انگور ایک خوش ذائقہ اور صحت بخش غذا ہے‘ لیکن یہی انگور جب گل سڑ جاتا ہے تو اس میں نشہ پیدا ہو جاتا ہے‘ یعنی نہ اس میں تسکین رہتی ہے اور نہ یہ صحت بخش رہتا ہے۔ یہی مثال دنیا کے باقی ساز و سامان کی ہے۔

بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ دنیا کو مقصدِ زندگی بنانے والوں کی صلاحیتیں تو خوب پروان چڑھتی ہیں اور یہ لوگ دنیا میں تو بڑے کامیاب ہوتے ہیں‘ لیکن تھوڑا سا غور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بلڈ پریشر‘ شوگر‘ ہارٹ بائی پاس‘ اعصابی امراض اور نفسیاتی پیچیدگیوں وغیرہ کے امراض میں مبتلا ہونے والوں کی غالب اکثریت ایسے ہی کامیاب لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ پھر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ایسے لوگوں کے جسمانی انحطاط کا آغاز تو بہت پہلے ہو جاتا ہے‘ البتہ اس کا نتیجہ ظاہر ہونے میں ایک وقفہ حائل ہوتا ہے۔ ان کے ذہنی انحطاط کی علامت یہ ہے کہ آج کے ماہرین انسانوں کے کسی مسئلہ کو جب حل کرتے ہیں تو اس سے نئے مسائل جنم لیتے ہیں۔ پھر ان کے حل سے مزید مسائل وجود میں آتے ہیں۔ یہ وہ کیفیت ہے جس پر کُتّے کے نظامِ تنفّس کی مثال پوری طرح چسپاں ہوتی ہے۔ اور ان کے کردار کے انحطاط پر بات کرنا حدادب ہے۔

آج اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ یعنی حُبِ دُنیا نے انسانوں کی اکثریت کو تسکین سے محرومی اور ھَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کی ہوس میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اس مشاہدے نے معاشیات کے اس اصول کو جنم دیا ہے کہ Human wants are insatiable (انسانی ضروریات قابل تسکین نہیں ہیں)۔ ماہرین معاشیات کا کہنا ہے کہ ایک انسانی ضرورت پوری ہوتی ہے تو کوئی دوسری ضرورت جنم لے لیتی ہے اور یہ ایک سلسلۂ لامتناہی ہے۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اصول میں لفظ Wants دو دھاری تلوار ہے۔ ایک طرف تو اس کا اطلاق Human Needs (انسانی ضروریات) پر ہوتا ہے اور دوسری طرف یہ Human Desires (انسانی خواہشات) پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ اس وجہ سے انسانی ضروریات اور خواہشات آپس میں گڈمڈ ہو کر ایک ہی چیز نظر آنے لگتی ہیں‘ جبکہ یہ دونوں مختلف چیزیں ہیں۔ اس لیے لفظ Wants کو نکال کر اگر یہی اصول اس طرح بیان کیا جائے کہ ’’انسانی خواہشات قابل تسکین نہیں ہیں‘‘ تو یہ بات درست ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ انسانی ضروریات قابل تسکین نہیں ہیں تو یہ بات بالکل غلط ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک لفظ Wants نے کیا قیامت ڈھائی ہے اور انسانوں کو کیسی سنگین غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا ہے‘ جس کی وجہ سے آج انسانیت کیسے کیسے دکھ جھیل رہی ہے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ یعنی حُبِ دنیا کی حقیقت کو پہچاننے اور اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بچنے کے لیے شعوری طور پر اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرے' کیونکہ اس کا انجام بڑا حسرتناک ہے۔ایک مقولے میں تھوڑی سی ترمیم کر کے اس کی حقیقت کو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے:

Hubb-e-Dunya is just like a cigarette,
which burns with flame and ends in ashes.

آیات ۱۷۹ تا ۱۸۶

﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۡ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا
يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۡ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ
سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ
يَتَفَكَّرُوْا ٜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ
حَدِيْثٍ ۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾﴾

ل ح د

لَحَدَ يَلْحَدُ (ف) لَحْدًا: (۱) بغلی قبر کھودنا' کسی طرف مائل ہونا۔ (۲) عقیدے یا مذہب سے پھر جانا۔

اَلْحَدَ يُلْحِدُ (افعال) اِلْحَادًا: عقیدے یا مذہب میں شک پیدا کرنا' کجروی کرنا' جھگڑنا۔ زیر مطالعہ آیت ۱۸۰۔

اِلْتَحَدَ يَلْتَحِدُ (افتعال) اِلْتِحَادًا: اہتمام سے کسی طرف مائل ہونا۔

مُلْتَحَدٌ (اسم المفعول' جو اسم ظرف کے طور پر آتا ہے): پناہ گاہ۔

م ت ن

مَتُنَ يَمْتُنُ (ک) مَتَانَةً: مضبوط وقوی ہونا۔

مَتِيْنٌ (فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت): پختہ' مضبوط۔ زیر مطالعہ آیت ۱۸۳۔

ترجمہ:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا: اور بے شک ہم نے پیدا کیا ہے	لِجَهَنَّمَ: جہنم کے لیے
كَثِيْرًا: بہتوں کو	مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ: انسانوں اور جنوں میں سے
لَهُمْ: ان کے لیے	قُلُوْبٌ: دل ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لَّا يَفۡقَهُوۡنَ : (لیکن) وہ لوگ علم کا احاطہ نہیں کرتے ہیں	بِهَا : اُن سے
وَلَهُمۡ : اوران کے لیے	اَعۡيُنٌ : آنکھیں ہیں
لَّا يُبۡصِرُوۡنَ : (لیکن) وہ لوگ دیکھ کر سمجھتے نہیں ہیں	بِهَا : ان سے
وَلَهُمۡ : اوران کے لیے	اٰذَانٌ : کان ہیں
لَّا يَسۡمَعُوۡنَ : (لیکن) وہ لوگ سن کر سمجھتے نہیں ہیں	بِهَا : ان سے
اُولٰٓئِكَ : وہ لوگ	كَالۡاَنۡعَامِ : مویشیوں کی مانند ہیں
بَلۡ : بلکہ	هُمۡ : وہ لوگ
اَضَلُّ : زیادہ گمراہ ہیں	اُولٰٓئِكَ : یہ لوگ
هُمُ الۡغٰفِلُوۡنَ : ہی غفلت برتنے والے ہیں	وَلِلّٰهِ : اوراللہ کے لیے ہی ہیں
الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰى : تمام خوبصورت نام	فَادۡعُوۡهُ : توتم پکارواُس کو
بِهَا : ان سے	وَذَرُوا : اور چھوڑ دو
الَّذِيۡنَ : ان کو جو	يُلۡحِدُوۡنَ : کجروی اختیار کرتے ہیں
فِىۡۤ اَسۡمَآئِهٖ : اس کے ناموں میں	سَيُجۡزَوۡنَ : ان کو بدلہ دیا جائے گا
مَا : اس کا جو	كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ : وہ لوگ کرتے تھے
وَمِمَّنۡ : اوران میں سے جن کو	خَلَقۡنَاۤ : ہم نے پیدا کیا
اُمَّةٌ : کچھ ایسے لوگ ہیں	يَّهۡدُوۡنَ : جو ہدایت دیتے ہیں
بِالۡحَقِّ : حق کی	وَبِهٖ : اوراسی سے
يَعۡدِلُوۡنَ : وہ عدل کرتے ہیں	وَالَّذِيۡنَ : اورجنہوں نے
كَذَّبُوۡا : جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا : ہماری نشانیوں کو
سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ : ہم بتدریج لے جائیں گے ان کو	مِّنۡ حَيۡثُ : وہاں سے
لَا يَعۡلَمُوۡنَ : وہ لوگ نہیں جانتے (جس کو)	وَاُمۡلِىۡ : اورمیں ڈھیل دیتا ہوں
لَهُمۡ : ان کو	اِنَّ : بے شک
كَيۡدِىۡ : میری تدبیر	مَتِيۡنٌ : پختہ ہے
اَوَ : کیا	لَمۡ يَتَفَكَّرُوۡا : انہوں نے غور نہیں کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مَا : (کہ) نہیں ہے
بِصَاحِبِهِمْ : ان کے ساتھی کو
مِّنْ جِنَّةٍ : کسی قسم کا کوئی جنون
اِنْ : نہیں ہے
هُوَ : وہ
اِلَّا : مگر
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ : ایک واضح خبردار کرنے والا
اَوَ : کیا
لَمْ يَنْظُرُوْا : انہوں نے نظر نہیں ڈالی
فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ : آسمانوں اور زمین کی بادشاہت میں
وَمَا : اور اس میں جو
خَلَقَ : پیدا کیا
اللّٰهُ : اللہ نے
مِنْ شَيْءٍ : کسی چیز سے
وَّاَنْ : اور یہ کہ
عَسٰٓى : ہوسکتا ہے
اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ : کہ قریب آ چکا ہو
اَجَلُهُمْ : ان کے خاتمے کا وقت
فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ : تو کون سی بات پر
بَعْدَهٗ : اس کے بعد
يُؤْمِنُوْنَ : وہ لوگ ایمان لائیں گے
مَنْ : جس کو
يُّضْلِلِ : گمراہ کرے
اللّٰهُ : اللہ
فَلَا هَادِيَ : تو کوئی بھی ہدایت دینے والا نہیں ہے
لَهٗ : اس کے لیے
وَيَذَرُهُمْ : اور وہ چھوڑ دیتا ہے ان کو
فِيْ طُغْيَانِهِمْ : ان کی سرکشی میں
يَعْمَهُوْنَ : بھٹکتے ہوئے

نوٹ ۱: آیت ۱۷۹ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنوں اور انسانوں میں سے بہتوں کو ہم نے جہنم کے لیے پیدا کیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان میں سے کن کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے؟ اس کا جواب آگے دے دیا ہے کہ ان لوگوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے جو اپنی صلاحیتوں کا صحیح استعمال نہیں کریں گے۔ اور دنیا کے کمرۂ امتحان میں چونکہ اللہ نے انسان کو اختیار دے دیا ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو جس مقصد کے لیے چاہے استعمال کرے' جو عقیدہ اور نظریہ چاہے اختیار کرے اور جیسا چاہے عمل کرے' اس لیے یہ بات ہر انسان کے اپنے اختیار میں ہے کہ وہ چاہے تو اپنا نام پاس ہونے والوں یعنی جنت میں جانے والوں میں لکھوائے اور چاہے تو فیل ہونے والوں یعنی جہنم میں جانے والوں میں لکھوائے۔ انسان کے اس اختیار کو نہ تو اللہ تعالیٰ خود سلب کرتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے کو اس کی اجازت دیتا ہے۔ اسی لیے فرمادیا کہ ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (البقرۃ:۲۵۶) (ضابطۂ حیات کے ضمن میں کسی قسم کا کوئی جبر نہیں ہے)۔ دوسرے الفاظ میں اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ ضابطۂ حیات کے ضمن میں انسان کو مکمل اختیار حاصل ہے۔

نوٹ ۲: البقرۃ:۷ کے نوٹ ۳ میں ہم سماعت اور بصارت کی وضاحت کر چکے ہیں' لیکن مناسب ہے کہ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقام پر ہم اس بات کو ذرا وضاحت سے سمجھ لیں‘ کیونکہ آیت ۱۷۹ میں اُس process کی نشاندہی کی گئی ہے جس سے گزر کر انسان فیصلہ کرتا ہے اور اپنے اختیار کو استعمال کرتا ہے۔ مذکورہ نوٹ ۳ میں ہم سمجھ چکے ہیں کہ جب آنکھ اپنی حاصل کردہ معلومات کو ذہن تک پہنچاتی ہے تو اس کی اس صلاحیت کو بصارت کہتے ہیں۔ اسی طرح جب کان اپنی حاصل کردہ معلومات کو ذہن تک پہنچاتا ہے تو اس کی یہ صلاحیت سماعت کہلاتی ہے۔ اب سمجھنے والی بات یہ ہے کہ آیت زیر مطالعہ میں بصارت اور سماعت کا ذکر کس حوالہ سے کیا گیا ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بات پھر یاد کر لیں کہ قرآن مجید کا یہ ایک خاص انداز ہے کہ کبھی وہ کسی چیز کے جزء کی طرف اشارہ کر کے پوری چیز مراد لیتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: البقرۃ:۱۱۲‘ نوٹ ۱) اس بات کو ذہن میں رکھ کر مذکورہ آیت پر غور کریں تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے کہ یہاں دراصل ہمارے حواسِ خمسہ اور ان کی ذہن تک معلومات پہنچانے کی صلاحیت کی بات ہو رہی ہے۔ پھر انسانی ذہن حاصل شدہ معلومات کو ذخیرہ (store) کرنے سے پہلے ان کا تجزیہ کر کے کوئی فیصلہ کرتا ہے‘ جسے ہم عقل کہتے ہیں۔ اس طرح یہاں بصارت اور سماعت کے ذکر میں عقل کا استعمال از خود شامل ہے۔

عقل کے ضمن میں قرآن مجید کے طالب علم اور جدید تعلیم یافتہ افراد کے نکتہ نظر میں فرق ہے۔ کیونکہ کچھ عرصہ پہلے تک ماہرین نفسیات کا کہنا تھا کہ حاصل شدہ معلومات سے ذہن کوئی نتیجہ اخذ کرتا ہے اور انسانی جسم میں موجود موٹر سنٹر کو حکم دیتا ہے‘ تو انسان کا عمل اس کے مطابق ہوتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات ہمارے علم میں آتی ہے کہ ذہن کے فیصلے اور عمل کے درمیان میں ایک مرحلہ اور بھی ہے اور وہ یہ کہ ذہن کے فیصلے کو انسان کا دل یا تو قبول کرتا ہے یا رد کرتا ہے۔ پھر انسان کا عمل عقل کے نہیں بلکہ اس کے دل کے فیصلے کے مطابق ہوتا ہے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ بات تو ٹھیک ہے‘ پر کیا کریں دل نہیں مانتا۔ یعنی ذہن اس بات کو قبول کر رہا ہے اور اس کا فیصلہ ہے کہ یہ کام کیا جائے لیکن دل قبول نہیں کر رہا ہے‘ اس لیے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس جب کسی بات پر ہمارا دل ٹھک جاتا ہے تو وہ کام ہم کتنے شوق اور لگن سے کرتے ہیں‘ یہ بات سب لوگ خوب جانتے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آخر میں فیصلہ دل کا ہوتا ہے۔ اور اب تو ماہرین نے بھی اپنی اصلاح کر لی ہے۔ جدید مینجمنٹ سائنس کا اصول یہ ہے کہ عمل کے لیے تنہا conviction (ذہن کا قائل ہونا) کافی نہیں ہے‘ بلکہ اس کے ساتھ motivation (شوق اور لگن) کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اب یہ بات بہت واضح ہے کہ motivation کا تعلق عقل سے نہیں ہے‘ بلکہ جذبہ سے ہے‘ جس کا مقام دل ہے‘ اور دل کے فیصلہ کرنے کو قرآن تفقّہ کہتا ہے۔ اسی لیے آیت زیر مطالعہ میں فرمایا کہ ان کے دل ہیں لیکن وہ ان سے تفقّہ نہیں کرتے۔

اب سوال یہ ہے کہ عقل کا فیصلہ تو حواسِ خمسہ کی فراہم کردہ معلومات کی بنیاد پر ہوتا ہے‘ لیکن دل کے فیصلے کی بنیاد کیا ہے؟ تو یہ بات نوٹ کر لیں کہ دل کا فیصلہ ان ''معلومات'' کی بنیاد پر ہوتا ہے جنہیں انسان کی فطرت میں ڈال کر اسے کمرۂ امتحان میں بھیجا جاتا ہے‘ جس میں سرفہرست اللہ تعالیٰ کی معرفت اور نیکی و بدی کا شعور ہے اور جس کی وضاحت آیت الاعراف:۱۷۲ کے نوٹ ۱ میں کی جا چکی ہے۔ (باقی صفحہ 79 پر)

© rasailojaraid.com